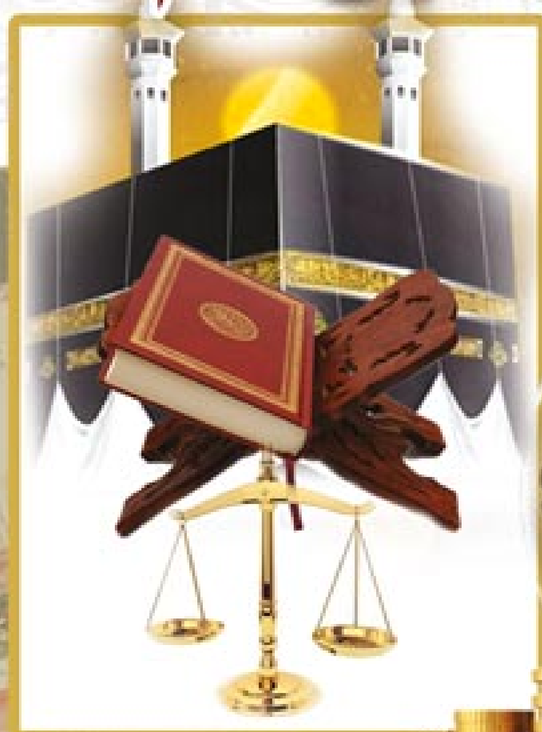
بیمہ کا شرعی حکم





شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب



خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

بیمہ کا شرعی حکم

شیخ المشائخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

ضروری تفصیل

نام کتاب : بیمہ کا شرعی حکم

افادات : شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ : یکم رجب المرجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۹۶ء بروز منگل

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی سے شایع ہونے والی شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں اور مواعظ کی پروف ریڈنگ اور طباعت معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین فن دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات



بِاسْمِهٖ تَعَالٰی

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا، اَمَّا بَعْدُ

ہمارے یہاں مدرسہ اشرف المدارس کے دارالافتاء میں مسئلۂ بیمہ کے متعلق ایک استفتاء آیا اس کا جو شرعی حکم تھا وہ لکھ کر بھیج دیا گیا۔

ادھر مختلف عوامل واسباب کی بناپر بعض اخبار اور رسائل نے یہاں کے جواب کو ایسے عنوان سے ذکر کیا کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں بالاصل جواز کا پہلو ہے شرط کے ساتھ، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، چناں چہ بعض حضرات کو اس بارے میں یہاں کے متعلق اس طرح کی غلط فہمی ہوگئی۔ تو ضرورت محسوس ہوئی کہ اصل مسئلے کی شرعی حقیقت اور یہاں کے جواب کی صحیح نوعیت اور اس سلسلے میں ادارۂ ہٰذا کی جو حتمی رائے ہے اس کو واضح کیا جائے، چناں چہ عامۃ المسلمین کو پوری صورت حال سے واقف کرانے کے لیے تحریر ہٰذا کو شایع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے آمین۔

والسلام۔ ابرارالحق

ناظم مدرسہ اشرف المدارس و مجلس دعوۃ الحق ہردوئی یوپی

یکم رجب المرجب ۱۴۱۷ھ



بیمہ کا شرعی حکم

بِاسْمِهٖ تَعَالٰی

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا، اَمَّا بَعْدُ

زندگی کی ضروریات و معاملات، روزمرہ پیش آنے والے واقعات و حوادث کی وجہ سے نئے نئے مسائل و مشکلات کا پیش آنا بالکل ناگزیر ہے، پھر یہ کہ ان میں غور و فکر کر کے ان کے اسباب و تقاضوں کو سمجھنا اور صحیح طور پر ان کو حل کرنا یہ بھی علمائے کرام و اصحابِ فتویٰ کی دینی و شرعی ذمہ داری ہے۔

ملکی حالات میں بیمہ کا سوال

چناں چہ ہمارے ملک میں موجودہ حالات و معاملات اور آئے دن فرقہ پرور طاقتوں کے ذریعے ملک کا امن و امان نہ صرف یہ کہ خطرے میں پڑ جاتا ہے بلکہ فسادات و ہنگامے ہوتے رہتے ہیں جس کا نشانہ سب سے زیادہ مسلمان بنتے ہیں کہ ان کے جان و مال کا بے دردی سے ضیاع ہوتا ہے، کاروبار و جائیداد برباد ہوتی ہے ایسی نازک صورت حال نے یہ سوال پیدا کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی جانی و مالی تحفظ اور اس کے لیے امن و امان کے قیام و بقا کے لیے کیا بیمہ کرا سکتے ہیں؟

ایک استفتاء

اس سلسلے میں اشرف المدارس کے دارالافتاء میں بھی ایک استفتاء اس طرح کا آیا کہ



مسلمانوں کے در پیش حالات میں جب کہ تمام بیمہ کمپنیاں غیر مسلموں کی ہیں اور نقصان ہو جانے کے نتیجے پر بیمہ کمپنیوں کو دینا پڑے گا تو ممکن ہے کہ آتش زنی کی وارداتوں میں کچھ کمی واقع ہو جائے لہٰذا اسکیم اختیار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

بیمہ کا حکمِ شرعی

جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے اس میں تو کوئی پیچیدگی ایسی نہیں ہے کہ جس کی بنا پر زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہو، کیوں کہ اس سے تو سبھی واقف ہیں کہ اسلام میں سود بھی حرام ہے، قمار بھی حرام ہے، بیمہ میں یہ دونوں ہی موجود ہیں اس کے جائز ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ قطعاً ناجائز ہے۔

عارضی احکام کی ضرورت و حقیقت

اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ شریعتِ مطہرہ اسلامیہ میں انسانی جان ومال اور اس کی عزت وآبرو کی جو قدر وقیمت ہے اس کے پیش نظر مختلف قسم کے پیش آنے والے حالات وعوارض کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، موقع و محل کی مناسبت ورعایت سے احکامات دیے ہیں تاکہ وقتی ضروریات و مصالح اور فوری در پیش مشکلات کے موقع پر بھی بجائے تنگی وضرر کے تیسیر و تسہیل ہی رہے جو کہ اسلام کی خصوصیت ہے، یہی وجہ ہے کہ مستقل ایک نوع احکام کی وہ بھی ہے کہ جن کی بنیاد ہی عوارض واعذار پر ہے کہ ان کو عارضی احکام سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان کی مشروعیت ہی اسی لیے ہوتی ہے کہ جب تک وہ پائے جائیں گے جس شخص ومقام میں ہوں گے اس وقت تک اصلی حکم کے بجائے وہ عارضی حکم رہے گا، ان اعذار کے ختم ہوتے ہی وہ حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کے نظائر موجود ہیں۔ ایک چیز بالاصل ناجائز وحرام ہے مگر حالتِ اضطرار میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسے مردار حالتِ اضطرار میں جائز ہے۔ ان ہی حقائق کی روشنی میں آئے ہوئے سوال کا جواب یہ دیا گیا:



استفتاء کا جواب

بیمہ کمپنی بذاتِ خود مکان، دوکان، کارخانہ، فیکٹری اور انسان کی جان کی حفاظت اور نگرانی نہیں کرتی اس لیے اس معاملے کو عقدِ اجارہ میں داخل کر کے اشتراط ضمان علی الاجیر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، یہ معاملہ سود و قمار سے مرکب ہے بایں وجہ اس میں سود و قمار دونوں قسم کے گناہ ہوتے ہیں اور گناہ بھی بڑے سنگین ہیں جن کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ سودی معاملہ کرنے والے کے ساتھ حق تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے، چناں چہ ارشادِ ربانی ہے: فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ[۱] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کے ایک درہم (تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی) کا کھانا (اپنے استعمال میں لانا) جانتے ہوئے کہ یہ سود ہے اللہ کے یہاں چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْھَمُ رِبٰوا یَاْکُلُہُ الرَّجُلُ وَھُوَ یَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّۃٍ وَّ ثَلٰثِیْنَ زَنْیَۃً[۲] بیمہ ان نصوص کے پیش نظر قطعاً حرام ہے ناجائز ہے مگر (قانونِ فقہیہ شرعیہ) الضرر یزال کے پیش نظر عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے جب تک جن مقامات پر خطرات کے حالات ہوں دوکان وغیرہ کو فسادیوں کی شرارت اور ظلم سے بچانے کے لیے اس شرط کے ساتھ کہ جو رقم بیمہ کمپنی میں جمع کی گئی ہے اس پر جو زائد رقم ملے وہ غرباء اور محتاجوں میں بلانیتِ ثواب تقسیم کر دی جائے بیمہ کرانے کی گنجایش ہے، عام اجازت نہیں۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد شفقت اللہ، خادم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی۔ ۱۹/ ۴/ ۱۴۱۰ھ الجواب صحیح

عبد الرؤف خادم مدرسہ ہٰذا

محمد افضال الرحمٰن خادم مدرسہ ہٰذا۔ ۲۰/ ۴/ ۱۴۱۰ھ

العبد نظام الدین مفتی دار العلوم دیوبند۔ ۱۰/ ۶/ ۱۴۱۷ھ

---

۱ البقرۃ:۲۷۹

۲ سنن الدارقطنی:۳/۴۰۳(۲۸۴۳)،کتاب البیوع،مؤسسۃ الرسالۃ

یہ جواب بالکل بے غبار ہے اور واضح ہے۔ اس کا مقصد نہ تو یہ ہے کہ بیمہ جائز ہے اور نہ ہی ادارۂ ہٰذا کی یہ تحقیق ہے، اسی لیے حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے سامنے جب اس کو پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اس پر تائیدی دستخط بھی کیے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کا جواب ہندوستان کے متعدد مقتدر حضرات اکابر و مفتیان کرام کا بھی ہے۔

غلط فہمی کی بنیاد اور اس کا ازالہ

اس کے باوجود بعض حضرات کے استفسارات سے اندازہ ہوا کہ انہوں نے اس جواب سے مسئلے کے سلسلے میں یہاں کا یہ نقطۂ نظر اخذ کر لیا کہ بیمہ جائز ہے شروط کے ساتھ، اس غلط فہمی کی بنیاد وہ تعبیر بنی جس کو بعض اخبار و رسائل نے اختیار کیا کہ مجلس دعوۃ الحق کے مرکز اشرف المدارس نے بھی بیمہ کے جواز بالشرط کا فتویٰ دیا۔ بات یہ ہے کہ معانی اور حقائق کا اظہار پورے طور پر اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے لیے تعبیر کو بھی صحیح اختیار کیا جائے، عنوان میں تھوڑا سا فرق ہو جائے تو اثرات کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں، اس کی وجہ سے نہ تو حقیقت ہی ادا ہو پاتی ہے اور نہ ہی اس کا جو فائدہ ہے وہ حاصل ہو پاتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص خنزیر کے گوشت کا حکم شرعی ایک تو اس طرح بتلائے کہ خنزیر کا گوشت حرام ہے مگر اضطرار و مجبوری کی حالت میں، اور ایک اس طرح سے کہے کہ خنزیر کا گوشت جائز ہے ان شرطوں کے ساتھ تو یہاں تعبیر کے ذرا سے فرق سے معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا جو کہ بالکل ظاہر ہے۔ بعض اخبار و رسائل کا یہ عنوان کہ بیمہ کے جواز بالشرط کا فتویٰ دیا اس سے یہ تأثر ہوتا ہے کہ بیمہ میں بالاصل جواز اور صحت کا پہلو ہے شروط اور قیود کے ساتھ حالاں کہ یہ واقعے کے بالکل خلاف ہے بلکہ وہ بالاصل ناجائز اور حرام ہے۔ اگر تھوڑے غور و فکر سے جواب کو پڑھا جائے تو اس سے صاف طور پر یہی معلوم ہوگا کہ اس میں بیمہ کو قطعاً ناجائز قرار دیا گیا ہے، البتہ حالتِ اضطرار ایک علیحدہ بات ہے اس کا حکم الگ ہے۔ جیسے اکلِ میتہ یعنی مردار حرام ہے مگر اضطرار کی حالت میں اس کی گنجایش ہو جاتی ہے۔



مسئلۂ بیمہ میں دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

اس سلسلے میں دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کا علم ہوا تو حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند سے اس کی ایک کاپی بھیجنے کی درخواست کی گئی اس کے جواب میں دیوبند کے فتویٰ کی ایک کاپی بھی روانہ فرمائی مگر اس پر حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے دستخط نہیں تھے جس کی بناپر ان سے مزید تحقیق کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کے لیے ایک مردم خاص کو بھیجا گیا، چناں چہ حضرت موصوف نے اور مظاہر علوم سہارنپور کے مفتی صاحب نے بھی اس پر تائیدی دستخط کردیے، اس درمیان بعض حضرات اہلِ فتویٰ یہاں موجود تھے اور بعض بعد میں تشریف لائے اور بعض دیگر حضرات نے بھی دیوبند کے جواب کو ملاحظہ فرمایا اس کے بعد دستخط کردیے۔ اس کی نقل ان حضرات کے اسمائے گرامی کے ساتھ جنہوں نے اس پر دستخط کیے ہیں درج ذیل ہے۔

۲۸۷۱د ۲۲۲۳ج

۳۱۳۱ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال۔ ہندوستان میں بیمہ زندگی کارپوریشن انسانوں کا اور جنرل بیمہ کمپنی مال کا یعنی گھربار وغیرہ کا بیمہ کرتی ہیں۔ انسان کی زندگی کا بیمہ کچھ سالوں کا معاہدہ ہوتا ہے مثال کے طور پر ۱۰ سال کا یا ۱۵ سال کا یا بیمہ ۲۰ سال کا، یہ بیمہ کرنے والے کی مرضی پر ہے کہ وہ کتنے سال کا کرائے، انسان جتنے سال کا بیمہ کرتا ہے اور قسط کی رقم برابر ادا کرتا رہتا ہے تو ٹائم پورا ہونے پر مع منافع اس کی رقم اس کو دے دی جاتی ہے، منافع کی کوئی شرح مقرر نہیں ہوتی، یہ کسی سال کم کسی سال زیادہ ہوتی رہتی ہے کیوں کہ جو بھی منافع کارپوریشن کو ہوتا ہے اس کو بقدر حصہ تقسیم کیا جاتا ہے، اگر بیمہ کرنے والا انسان درمیان ہی میں مرجائے تو اس وقت بیمہ شدہ رقم اس کے وارث کو ادا کردی جاتی ہے۔ اس مضمون کا ایک فتویٰ ۱۹۶۴ء میں بھی لیا تھا اس وقت وہ گم ہوگیا ہے۔ جناب مفتی محمود صاحب نے اس وقت اس سوال کا جواب اس طرح دیا تھا کہ بحالاتِ موجودہ ہندوستان میں بیمہ زندگی کی گنجایش ہے کوئی حرج نہیں۔ آج کے



حالات پہلے سے بھی بدتر ہیں، اس وقت نہ جان اور نہ مال ہی محفوظ ہے، ان حالات میں ہم ایک بار پھر آپ کی رائے جاننا چاہتے ہیں کہ ہم بیمہ کرائیں یا نہیں۔

محمد انعام، بیمہ آفس، جی ٹی روڈ، غازی آباد

۱۷۲۸

بِاسْمِہٖ تَعَالٰی

اَلْجَوَابُ هُوَ الْمُوَفِّقُ

جان ومال اور کاروبار کا بیمہ کرنا اور کرانا حرام وناجائز ہے، اس لیے کہ یہ سود اور جوئے سے مرکب ہے اور یہ دونوں صراحتاً حرام ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا۔[۳] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ[۴] مسلمانوں کی جان ومال کا محافظ اللہ ہے۔ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ[۵] بیمہ کرانے سے بھی اس ملک میں جان ومال کی قطعاً حفاظت کی گارنٹی نہیں ہوتی ہے، مسلم دشمنی میں کسی قانون کی کوئی رعایت حکومت کا عملہ نہیں کرتا ہے جس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ یہاں تو سُپریم کورٹ اور حکومت مرکزی کے فیصلے کے خلاف دن کی روشنی اور فوج کی موجودگی میں بابری مسجد گرائی گئی اور بُری طرح اس کا نام ونشان مٹایا گیا، اس کے باوجود یہ توقع رکھنا کہ بیمہ کرانے سے مسلمانوں کی جان ومال کی حفاظت ہوگی پاگل پن کے مترادف ہے۔ حرام کے ارتکاب کا گناہ بھی مول لے گا، بیمہ کمپنی کو اپنا مال بھی دے گا پھر اخیر میں جان بھی جانے والی جائے گی اور دوکان بھی جلے گی اور لوٹی جائے گی، اس وجہ سے مسلمانوں کو اس کام سے الگ رہنا ہی لازم ہے۔ جان پر حملہ ہو تو مدافعت کرے اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اور جان ومال کی حفاظت ہوگی۔ بیمہ مسلمانوں کے کمزور کرنے کا دوسرا طریقہ ہے اور چور دروازہ ہے، مسلمانوں کو ہرگز اس دھوکے میں نہیں آنا چاہیے وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[۶] پر ایمان رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

۳۔ البقرۃ:۲۷۵

۴۔ المآئدۃ:۹۰

۵۔ یوسف:۶۴

۶۔ الطلاق:۳



حفاظت ہوگی بیمہ مسلمانوں کے کمزور کرنے کا دوسرا طریقہ ہے اور چور دروازہ ہے مسلمانوں کو ہرگز اس دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ پر ایمان رکھنا چاہیے ۔ فقط واللہ اعلم

بجواب صحیح
العبد احقر محمود غفرلہ بلند شہری
محمد طاہر

جواب صحیح ہے
عبد القدوس مفتی شہر آگرہ
حاضر حال ہردوئی

الجواب صحیح
احقر محمد عبد القدوس عفا اللہ عنہ
مفتی مظاہر علوم قدیم سہارنپور
۷ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ پھولپوری عفی عنہ
خادم الافتاء و التدریس
مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم
سرائے میر اعظم گڈھ
۱۴ رجب ۱۷ھ

الجواب صحیح
محمد افضل حسین عفی عنہ
مفتی دار العلوم الاسلامیہ بستی

الجواب صحیح
عبد المنان عفی عنہ
دار العلوم الاسلامیہ بستی

الجواب صحیح
کفیل الرحمن نشاط

الجواب صحیح
حبیب الرحمن عفی اللہ عنہ

الجواب صحیح
محمد انعام اللہ غفرلہ
مفتی مدرسہ امدادیہ مراد آباد

الجواب صحیح
منظور احمد مظاہری
مفتی و قاضی شہر کانپور

الجواب صحیح
مقصود احمد
مظاہر علوم سہارنپور ۱۰ ۱/۱۷ھ

دار الافتاء
مظاہر علوم سہارنپور

محمد ظفیر الدین
مفتی دار العلوم دیوبند
۲۰/۱۲/۱۴۱۴ھ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی
دار الافتاء بالجامعۃ الاسلامیۃ
۱۴۱۳ھ
فی دیوبند الہند

الجواب صحیح
نظام الدین
مفتی دار العلوم دیوبند
۱۰/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح
العبد محمد اسرار
مظاہر علوم سہارنپور ۱۰ ۶/۱۷ھ

الجواب صحیح
ابو القاسم نعمانی غفرلہ
جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس
۲۲/۶/۱۴۱۷ھ

نقل مطابق اصل ہے
محمد کوکب عالم
۴ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ

المصدق
محمد ظفیر الدین
مفتی دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح
صدیق احمد باندوی غفرلہ
جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ
۲۸ ربیع الثانی ۱۷ھ

الجواب صحیح
عبد الاحد قاسمی تاراپوری
وارد حال ہردوئی
۱۱ جمادی الآخر ۱۴۱۷ھ

الجامعۃ الاسلامیۃ
دار الافتاء
ریوڑی تالاب بنارس

ادارۂ ہٰذا کی حتمی رائے

مسئلے کی صحیح صورت حال سامنے لانے کی غرض سے تحریر ہٰذا کو شایع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ عامۃ المسلمین اس کے متعلق کسی غلط فہمی میں نہ پڑ جائیں، ان کے علم میں یہ آجائے کہ ادارۂ ہٰذا کی حتمی طور پر یہی رائے اور تحقیق ہے کہ بیمہ خواہ زندگی کا ہو یا دوکان کا ہو، کارخانہ یا زراعت وغیرہ کا ہو قطعی طور پر اس کی تمام صورتیں حرام اور ناجائز ہیں (اضطراری حالت علیحدہ بات ہے، جس کو یہ حالت پیش آئے وہ اہلِ فتویٰ سے رجوع کرکے، جو حکم ہو اس پر عمل کرے۔)

واللہ اعلم علمہ اتم واحکم

ابرار الحق
ناظم مدرسہ اشرف المدارس و مجلس دعوۃ الحق ہردوئی
۲۳ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ



کسی بھی معاشرے کی تباہی لیے سود ایک بدترین ناسور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اسے اللہ ورسول سے اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔ سودی نظام میں غریب، غریب سے غریب تر اور امیر، امیر سے امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ایک غیر معتدل معاشرہ تشکیل پذیر ہوتا ہے اور تباہی وبربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے ''بیمہ کا شرعی حکم'' میں قطعی دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بیمہ زندگی، دوکان، مکان، کارخانہ، زراعت وغیرہ جس طرح کا بھی ہو، سود اور جوئے کا مرکب ہونے کے باعث بہرصورت حرام ہے۔ اس سلسلے میں عوام اپنی رائے پر ہرگز عمل نہ کریں بلکہ اگر کسی کو اضطراری حالت درپیش ہو تو وہ اہلِ فتویٰ سے رجوع کرے اور شرعی حکم پر عمل کرے۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری

